تنقید و تبصرہ

انوارِ قدسیہ امام عبدالوہاب شعرانی کی عربی کتاب "الانوار القدسیہ فی آداب العبودیۃ" کا اردو ترجمہ واجد بک ڈپو۔ جونا مارکیٹ کراچی نے شائع کیا ہے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی ۸۹۸ھ - ۱۴۹۳ء میں مصر میں پیدا ہوئے اور ۹۷۳ھ - ۱۵۶۵ء میں وفات پائی۔ آپ ان علمائے کاملین میں سے آخری بزرگ تھے، جو سب علوم میں کامل اور سب پر جامع ہوتے تھے۔ انہوں نے تصوف، علوم قرآن، فقہ، نحو اور طب پر کتابیں لکھیں۔ شیخ شعرانی ایک کامل اور باعمل صوفی تھے۔ قاہرہ میں ان کی اپنی ایک درس گاہ اور خانقاہ تھی۔ انہوں نے شریعت و طریقت کو ایک دوسرے کے قریب اور ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی، اسی طرح وہ فقہ کے مذاہب اربعہ میں موافقت پیدا کرنے کے حامی تھے۔ شیخ شعرانی، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے بڑے معتقد تھے، انہوں نے شیخ اکبر کے حق میں بہت لکھا اور اسی طرح ان کی ایک کتاب فتوحات مکیہ کا خلاصہ بھی کیا۔

شیخ شعرانی کی بعض کتابوں کے بہت عرصہ ہوا اردو میں ترجمے ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ زیرِ نظر کتاب بھی ہے اس کتاب میں شروع میں یہ تو مذکور ہے کہ یہ "عرصہ سے ناپید تھی ہم نے شائع کی ہے۔" لیکن ناشر نے اس کے بتانے کی مطلق ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس کتاب کے کون مترجم تھے اور یہ ترجمہ کب شائع ہوا۔ البتہ کتاب کے آخر میں ایک فارسی زبان میں "قطعہ تاریخ انطباع" ہے، جو مولانا مولوی اسعد اللہ صاحب مولوی فاضل بھیروی" کا ہے جس میں ترجمے کی تاریخ طبع ۱۳۲۳ھ دی ہے۔ اور مترجم کا نام شیخ فاضل عبدرحمان دیا گیا ہے۔ اسی قطعہ تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان شیخ فاضل عبدرحمان نے تفسیر کبیر کا بھی ترجمہ کیا تھا،

اگر زیرِ نظر کتاب کا ناشر مترجم کا نام اور ترجمے کا سن اشاعت شروع کتاب میں دے دیتا، تو اچھا تھا۔

کتاب "الانوار القدسیہ فی آداب العبودیہ" کی تصنیف کس طرح عمل میں آئی، شیخ شعرانی اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:۔ پیر کا روز ستر ہویں رجب ۹۳۱ھ تھی کہ میرے دل میں اولیاء کے مدارج سے واقفیت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ میں نے بیداری و نیند کی درمیانی حالت میں ایک ہاتف کی آواز سنی اور وہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے کہہ رہا تھا کہ سب مدارج درجہ عبودیت کے سامنے ہیچ ہیں۔ جب یہ کلام میرے کان میں پڑا تو میرے دل سے مدارج اولیا سے واقف ہونے کی خواہش جاتی رہی اور میں یہ معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہوا کہ عبودیت کیا چیز ہے۔ جس کی ہاتف نے اس قدر عظمت بیان کی ہے۔

اس کے بعد شیخ شعرانی فرماتے ہیں:۔ اس القا کے بعد ایک دوست کی درخواست پر وہ "آداب و لوازمات جو عبودیت و طلب علم نافع و فقر و ولایت سے تعلق رکھتے ہیں، لکھنے کا ارادہ کیا اس کے علاوہ وہ وساوس و خدشات نفس بھی جو سالک کو راہ سلوک میں اور طالب علم کو طریق علم میں اور عابد کو راہِ عبودیت میں شیطان کی طرف سے پیش آیا کرتے ہیں، تحریر کئے جاویں گے اور خاتمہ میں ان سالکین کے کچھ حالات درج ہوں گے، جو مقام عبودیت سے گرے ہوئے ہوتے ہیں"

کتاب مشتمل ہے تین ابواب اور ایک خاتمہ پر پہلے باب میں آداب عبودیت کا بیان ہے۔ دوسرا باب علم نافع کے تلاش کے بارے میں ہے۔ تیسرا باب کا عنوان ہے۔ سلف کے فقراء و مشائخ صلحاء کے حالات میں" خاتمہ میں عبودیت کا بیان ہے، جس کے سامنے سالکوں کے تمام مراتب و مقامات ہیچ ہیں۔

اردو ترجمہ بڑا صاف رواں اور سلیس ہے اور کتاب کے مندرجات ایسے ہیں کہ دل چاہتا ہے انہیں بار بار پڑھا جائے۔ ان مندرجات میں معرفت ہے، حکمت ہے، ہدایت و نصیحت ہے اور یہ سب کچھ اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ بات دل میں اترتی ہے اور اثر کرتی ہے۔ بے شک باتیں اخلاق کی ہیں، لیکن یہ ایک ناصح اور معلّم اخلاق کی زبان سے ادا نہیں ہوئیں، انہیں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ کہنے والا ہمارے ہی جیسا کوئی فرد ہے۔ اور اس کے احساسات، مجبوریاں

اور کوتاہیاں بھی ہماری ہی جیسی ہیں۔ وہ ہم سے بڑا بن کر ہمیں نصیحت نہیں کر رہا، دراصل یہی تصوف کی روح ہے۔ اور اس کتاب میں یہ روح پوری طرح جلوہ گر نظر آتی ہے۔

اللہ اور بندے کے باہمی تعلق پر بحث کرتے ہوئے شیخ شعرانی ایک جگہ لکھتے ہیں

"جو معرفت الٰہی انبیار کو ہوتی ہے، اولیار کو نہیں ہوتی اور جو کچھ انبیار سمجھتے ہیں، وہ اولیار نہیں سمجھ سکتے۔ اور جو سمجھ اولیار کی ہے، عوام کی نہیں ہے اور جس درجہ معرفت پر اولیار پہنچے ہیں عوام کا وہ درجہ نہیں ہے، مگر ہر ایک اپنے درجہ و مرتبہ معرفت کے موافق خدا کے احکام کی تعظیم کرتا ہے ....." اس کے ثبوت میں انہوں نے موسیٰؑ اور چرواہے کے مشہور قصے کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کا ذکر مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کیا ہے۔ اس کے بعد وہ لکھتے ہیں۔

سمجھنے کی بات تو یہ ہے کہ انسان جیسا کرتا ہے، ویسا پاتا ہے۔ اگر تیرا خیال اور تیرا طریق تیرے واسطے اچھا ہے، تو دوسرے کا اعتقاد اور اس کا طریق اس کے لئے حق ہے، جیسا کہ تو کسی کے خیال کو بُرا خیال کرتا ہے، ویسا وہ بھی تیرے خیال کو بُرا مانتا ہے"

اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ ایک عارف جب لوگوں کو دنیا کے کاموں میں مستغرق دیکھتا ہے تو وہ "ان پر اعتراض نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ابھی ان میں وہ روشنی پیدا نہیں ہوئی جن سے وہ روحانی و نفسانی لذائذ میں تمیز کر سکیں۔ انسان درجہ بدرجہ ہر ایک وقت ہر ایک آن خود ترقی کر رہا ہے۔ جب منزل معرفت میں پاؤں دھرنے کے قابل ہو جائے، خود ہی اس کی نظر میں مراتب سابقہ حقیر معلوم ہونے لگیں گے۔ اور جو شخص اس راز کو سمجھ جاتا ہے، وہ دوسرے پر اعتراض کرنا چھوڑ دیتا ہے"

لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ایک دوسرے کو اس کی غلطیوں پر آگاہ نہ کرے۔ اعتراض اور اعتراض میں فرق ہوتا ہے۔ ایک اعتراض ہوتا ہے دوسرے کو گرانے کے لئے، ایک اعتراض کا مقصد اصلاح ہوتا ہے، اس بارے میں امام شعرانی لکھتے ہیں۔

" لوگوں کا ایک دوسرے پر اعتراض کرنا نہایت ہی خوب چیز ہے اور خدا کی رحمت ہے اس سے ایک دوسرے کی ترقی ہوتی ہے اور ان کے دل اخلاق رذیلہ سے صاف ہوتے ہیں کیونکہ ہر ایک کو اپنے خیال حسن و قبیح کے امتیاز کا موقع ملتا ہے۔"

امام صاحب نے علم نافع پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے :۔ فرماتے ہیں "نیک شخص وہ ہے، جو علم ضروری دواجب کے جاننے کے بعد ایسا کام اختیار کرے جس کا ثمرہ دنیا میں بھی ظاہر ہو جاوے" اور یہ کہ علم تربیت کے بغیر نقصان دہ ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

"محض علم بغیر تربیت کے نفس امارہ کو تقویت دیتا ہے اور جوں جوں ایسا علم بڑھتا جاتا ہے۔ اس کا نفس قوی ہوتا جاتا ہے اور تکبر کرتا ہے اور راہ راست و خیریت سے منحرف ہو جاتا ہے"

موصوف طریقت اور شریعت میں کسی قسم کے نزاع کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور شاہ ولی اللہ کی طرح دونوں کو ایک ہی اصل کے دو رخ سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں :۔ کامل عالموں اور کامل صوفیوں میں کوئی نزاع و اختلاف نہیں ہوتا۔ جنگ و جدل اور نزاع و فساد صرف ناقص صوفیوں اور ناقص عالموں میں ہوتا ہے" اور اس کی مثال وہ یوں دیتے ہیں،

"ناقص فقیہہ جب ناقص فقیر کو یہ کہتے سنتا ہے کہ بندہ کا کوئی فعل نہیں ہر ایک کا فاعل خدا ہی ہے، تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ تو بدعتی و جبری ہے یا جب اس سے یہ سنتا ہے کہ بندہ کسی چیز کا مالک نہیں اور کسی چیز پر اس کا کوئی حق نہیں، تو وہ اس سے انکار کرتا ہے اور آپس میں لٹھم لٹھا کی نوبت پہنچتی ہے۔ لیکن اگر انصاف و غور سے دیکھا جاوے تو ہر دو اپنے اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ کیونکہ ہر دو نادان ہیں اور حقیقت امر سے کوئی آگاہ نہیں اور نادان ہمیشہ معذور ہوتے ہیں۔"

شریعت اور کشف والہام کا باہمی کیا تعلق ہے، اور کیا کشف والہام کا ایک مدعی اپنے کشف والہام کی بنا پر اپنی ایک شریعت کھڑی کرنے کا مجاز ہے۔ اس بارے میں شیخ شعرانی کی جچی تلی بات سنئے، فرماتے ہیں :۔

"اس امت میں اگرچہ شرع و ملت جدیدہ کا دروازہ بند ہو گیا، لیکن اس کے معارف و دقائق کا دروازہ بند نہیں ہوا اور کشف والہام سے احکام شرعیہ کی عزت و شوکت زیادہ ہوتی رہتی ہے لیکن کشف والہام سے احکام شرعیہ (فرائض، حلال، حرام اور امر و نواہی وغیرہ)

ثابت و متجدد نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر یہ دروازہ کھل جاتا تو احکام شرعیہ آپس میں متخالف ہو جاتے اور باعث کثرت مدعیان شریعت کا نظام بگڑ جاتا۔"

موصوف کا کہنا ہے کہ کشفِ صحیح کتاب و سنت کے مخالف نہیں ہوتا، دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کشف کو کتاب و سنت کے مخالف نہیں ہونا چاہیئے۔ اب ایک صاحبِ کشف یا ولی شریعت کی تنسیخ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے۔

"ولی شریعت کے اجزاء متفرقہ کو ملا کر ایک ایسی ترتیب سے جمع کرتا ہے کہ ایک نئی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کی نظیر بحیثیت مجموعی شرع میں نظر نہیں آتی۔ اگرچہ اس کے افراد و اجزاء کے اعتبار سے وہ امر مشروع ہوتا ہے اور وہ اس کام سے شرع سے خارج نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شارع سے اس قسم کی ترتیب کی اجازت معلوم ہوتی ہے چنانچہ مَن سَنَّ سُنۃً حسنۃً فلہٗ اس کی موئد ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان کو ترتیب کی ترکیب کی اجازت ہے بشرطیکہ اصول شرع کے مخالف نہ ہو"

اگرچہ شیخ شعرانی کے زمانے میں مختلف مذاہب فقہ کے ماننے والوں میں باہم عصبیت اور گروہ بندی پائی جاتی تھی لیکن موصوف کا مسلک اس بارے میں بڑا جامع تھا۔ ایک طرف ان کا کہنا ہے کہ عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ شارع و مجتہد وقت کا مقلد رہتا ہے اور دوسری طرف وہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے امام کی (اگر اس کا قول اسے ضعیف معلوم ہو اور اس کی دلیل کی کمزوری معلوم ہو جائے اور دوسرے مذہب کی دلیل قوی معلوم ہو) بے جا تائید نہیں کرتا اور تعصب اور بے جا حمایت کے گڑھے میں نہیں گرتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے امام نے یہ نہیں کہا کہ ہر امر میں میری تقلید کیجیو۔ کیونکہ امام خود سمجھتا تھا کہ میرا ہر قول خطاء سے پاک نہیں ہو سکتا۔

فقہی مذاہب کے باہمی اختلاف کے متعلق شیخ شعرانی فرماتے ہیں :۔ پس علمائے راسخین تمام مذاہب کے اقوال مختلف کو ایک ہی مذہب خیال کرتے ہیں اور ان کے فروعی اختلاف کو مختلف حالات و اعتبارات پر محمول کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ مقتضائے عقلمندی اور فائدہ حکمت یہی ہوتا ہے کہ ایک ہی سوال کا جواب مخاطبینِ مختلف الاستعداد کے واسطے مختلف ہوتا ہے۔

اور مقصود بالذات واصل الاصول سب مختلف جوابوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی قاعدہ تھا، جیسا کہ حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولھم اسی طرف اشارہ ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مذہب کے درمیان تناقض و تخالف اس کو معلوم ہوتا ہے، جو عارف علمار کے درجہ سے قاصر ہے اور اسرار شریعت سے جاہل ہے۔

شیخ شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو قرآن کے صرف الفاظ کی کھینچ تان میں غرق ہے اور اس کے معنی و معارف سے اندھا ہے۔ قرآن اس کے حلق کے نیچے نہیں اترتا اور اس کی تلاوت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہوتا، وہ اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا، جو قرآن کے اسرار و حقائق کو سمجھ کر تلاوت کرتا ہے اور ان سے متاثر ہو کر خشوع و خضوع میں ڈوب جاتا ہے نیز ایک عارف کسی متکلم کے کلام کا حصر ایک ہی مراد پر نہیں کرتا۔ کیونکہ ہر مخاطب ہر متکلم کے کلام سے اپنی استعداد کے موافق معنی اخذ کرتا ہے۔ اور کوئی سے بھی دو شخص ایک استعداد کے نہیں ہوتے چنانچہ

"اصلی حقیقت کلام کی یہی ہے کہ متکلم کی غرض سمجھی جائے۔ نہ اس کا لفظی ترجمہ اور متکلم کی اصلی منشار کو وہی جانتا ہے، جس کے دل پر قرآن شریف اترتا ہے۔"

موصوف تمام قسم کے علوم کی تحصیل پر زور دیتے ہیں۔ کہتے ہیں :۔ جاننا چاہیئے کہ اہل اللہ و اہل الحق ہر ایک قسم کے علوم حساب و ہندسہ ریاضی علم منطق وغیرہ علوم جسمانیہ و دماغیہ و روحانیہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے واسطے یہ تمام علوم معرفت کے ہادی اور خداشناسی کا ذریعہ ہوتے ہیں اور وہ ہر ایک علم سے خدا کی عظمت اور اس کی علوئے شان و رفعت کا سبق حاصل کرتے ہیں اور العلم حجاب اکبر کا مقولہ ان کے حق میں راست نہیں آتا۔

ہمارا دین جامد نہیں ہے اور نہ اس میں فکر و نظر کا دروازہ بند کیا گیا ہے۔ فرماتے ھیں:۔

عارف غیر امام کے قول سے نفرت نہیں کرتا اور ہر ایک امام کو حق پر سمجھتا ہے کیونکہ ھر ایک نے جو کچھ کہا ہے اپنے اجتہاد و لیاقت و استعداد سے کہا ہے۔ چونکہ حق کا دائرہ وسیع ہے اور ترقی کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس واسطے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ترقی میں تھے۔

اور مجتہدین نے بھی اپنی اپنی ترقی کے موجب سمجھا۔ اسی واسطے مذاہب متعدد ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ مدارج قرب کی ترقی بند نہیں ہوتی انہوں نے مجتہدین و متفکرین کو استنباط احکام کے میدان میں عقل و فہم کے گھوڑے دوڑانے کی عام اجازت دے دی۔

احادیث میں بظاہر جو تعارض و اختلاف پایا جاتا ہے، اسے حل کرنے کی راہ موصوف یہ تجویز کرتے ہیں کہ ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ نہ ٹھہرایا جائے بلکہ ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے وقت و محل کے مطابق صحیح سمجھا جائے اور ان اعتبارات سے ان میں تطبیق دی جائے۔ اس کی مزید وضاحت وہ یوں فرماتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام ابوبکرؓ کے ساتھ کر سکتے تھے وہ ایک گنوار عرب کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔ اسی واسطے آپ کا مقولہ تھا امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولهم اسی اعتبار سے آپ نے ایک لونڈی سے پوچھا۔ اَینَ اللہ (اللہ کہاں ہے)، اس نے کہا آسمان میں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بخدا یہ مومنہ ہے۔ اگر یہی سوال کسی اکابر صحابی سے کرتے تو مکانیت کا سوال نہ کرتے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ صحابی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی خاص مکان میں ہونا محال ہے۔ اس واسطے اس سے خصوصیت مکان کا سوال کرنا بے محل و بے موقع ہوتا۔"

امام شعرانی کے نزدیک کاملوں کے اقوال حفظ کرنے سے ایک شخص کامل نہیں ہو جاتا۔ اور صوفیوں کی کتابوں کے مطالعہ سے ایک شخص صوفی نہیں ہو سکتا۔ موصوف سالک حقیقی کی تعریف یوں کرتے ہیں۔ اگر تمام کتب منقولہ مفقود ہو جائیں تو وہ صرف کتاب و سنت سے تمام احکام و ادب مستنبط کر سکے۔ نیز فرماتے ہیں۔ جس شخص کا دل ہی کتاب نہیں ہے وہ باب عرفان کے قابل نہیں ہے۔

حق جامد نہیں ہوتا۔ وہ امام شعرانی کے الفاظ ہیں۔

"عارفوں کے نزدیک ہمیشہ شب و روز تغیر و تبدل میں ہے۔ ہر زمانے میں نئے رنگ و جدید صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے وسائل و ذرائع ہر زمانے

کے موافق بدلتے رہتے ہیں، جیسا کہ آیت کل یوم ھو فی شان اس پر شاہد ہے"
جب حق کا ہر زمانے میں نئے رنگ اور جدید صورت میں ظہور ہوتا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ حق صرف انہی کتابوں کے اندر محدود ہو، جو پہلے کسی زمانے میں لکھی گئی تھیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

اسی لئے عارف کامل شاگردوں کو کتابوں پر ہی اعتماد کرنے اور انہیں قواعد دقیقہ اور مسائل زمانیہ وجزئیات وتمثیلات کو بیہ ہی پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ اپنی گردش کے موافق رجال پیدا کرتا ہے۔ اور عاقلوں کے کلام ہر زمانے میں ان لوگوں کی قابلیت استعداد کے موافق ہوتے ہیں۔ اب جو کلام جنید، ابو یزید اور معروف کرخی اپنے شاگردوں کے واسطے ان کی استعداد اور تقاضائے وقت کے موافق کہتے تھے، اس سے اس وقت میں اور اس زمانے کے لوگ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

امام شعرانی کے نزدیک ایک انسان کی حالت ہر لحظہ بدلتی رہتی ہے۔ اور اس کے مطابق امراض جدیدہ پیدا ہوتی رہتی ہیں، تو پھر سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تمام پچھلے وسائل جزئیہ ومسائل فروعیہ کیوں کر مفید ہو سکتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔ خالص عبودیت سب مقامات ومدارج سے بلند تر ہے، اور اس کے مقابلے میں تمام مراتب ومنازل ہیچ ہیں۔ اور اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اور وہ اس لئے کہ مقامات غیر محصور اور لامتناہی ہیں۔ اور جب عبد کامل ایک مقام پر پہنچتا ہے، تو اس کے دل میں نئے مقام کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور جب اس غایت پر پہنچتا ہے، تو یہ اس کے لئے نئے مقام کی ابتدا ہوتی ہے۔ عبد کامل جانتا ہے کہ حق محدود نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے لئے کوئی مقام متعین نہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ جب عارف دوسرے کو نصیحت کرتا ہے، تو وہ جانتا ہے کہ ہر ایک آن میں محو واثبات ہو رہا ہے۔ اس واسطے ہر حال میں کسی کا کسی عیب سے معیوب ہونا ضروری نہیں۔ ہمارے شیخ کا قول ہے کہ ایک لمحہ میں صلح اور ایک آن میں عداوت ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد وہ اپنے اوپر گزرا ہوا ایک واقعہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

میں نے ایک دفعہ دل میں ایک نصرانی پر اعتراض کیا اور کہا کہ اس کا دل کفر میں کیونکر خوش ہوگا

ابھی یہ خیال ختم نہیں ہوا تھا کہ میں بھی اسی بلا میں مبتلا ہو گیا۔ اور ایسا جنون ہوا کہ اسلام کا نام بھی ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میں اسی حال میں خوش تھا۔ کوشش کرتا تھا کہ توحید بیان کردوں، لیکن طاقت نہیں پاتا تھا اور تثلیث کا قائل ہو گیا اور اسے گھٹانے بڑھانے پر قادر نہ رہا۔ خدا کا اتنا فضل تھا کہ نماز کے اوقات پر مجھے ہوش آجاتا۔ یہاں تک کہ میں نماز سے فارغ ہو جاتا اور پھر مجنون ہو جاتا اور نصاریٰ کے دین کی تعریف کرتا۔ اس حال میں جمعہ کے وقت عصر سے لے کر دوسرے دن کے ظہر تک رہا۔ پھر اللہ نے اس کی حقیقت مجھ پر منکشف کردی اور اسی وقت میں نے اللہ کے قول کذالك زینالکل امۃ عملھم " (ایسے ہی ہم نے ہر قوم کے اعمال کو اس کے لئے مزین کر دیا ہے) کا اشارہ سمجھا اور مجھے مذاہب و ادیان کے اختلاف کی حقیقت معلوم ہوئی۔ پھر میں کفار وغیرہ میں اعتراض کرنے لگا اور مجھے یہ کام ضرر نہیں دیتا تھا۔

اگرچہ اس کتاب کا ترجمہ آج سے کچھ اوپر ساٹھ سال پہلے ہوا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی زبان صاف اور اسلوب آسان ہے۔ البتہ اس کے موجودہ ناشروں نے کتابت کی غلطیوں کی پوری طرح اصلاح نہیں کی۔

یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے، اس میں معرفت ہے حکمت ہے اور اصل دین اور اس کی حقیقی روح کو بڑے دل نشین اور نصیحت آموز طریقے سے واضح کیا گیا ہے۔

کتاب مجلد ہے۔ ضخامت ۲۳۲ صفحات۔ کتابت و طباعت متوسط۔ قیمت چھ روپلے۔

مجموعہ قوانین اسلام جلد اوّل

جناب تنزیل الرحمٰن ایم اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ اعزازی پروفیسر قانون ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی اس مجموعے کے مولف ہیں۔ اور یہ مشتمل ہے ان دس ابواب پر۔ (۱) ابتدائی (۲) مختلف فرقوں اور مذاہب کے افراد کے مابین نکاح (۳) انعقاد اور جواز نکاح۔ (۴) صحیح، فاسد اور باطل نکاح (۵) ولایت نکاح (۶) خیار بلوغ (۷) کفاءت (۸) خلوت صحیحہ (۹) مہر اور (۱۰) نفقہ۔

یہ کتاب ادارہ تحقیقات اسلامی کے ایک جامع منصوبہ کے تحت لکھی گئی ہے جس کے پیش نظر "تمام منتشر اسلامی قوانین کو تحقیق کے بعد جدید انداز پر مرتب اور مدون" کرنا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تنزیل الرحمٰن صاحب کی زیر نظر کتاب بڑی تحقیق سے مرتب ہوئی ہے اور اس کا انداز بھی بڑا عمدہ ہے چنانچہ ایک عام قاری بھی